جملہ حقوق محفوظ ہیں

تصنیف لطیف

سید ابوالحقائق نظامیؒ

آستانہ بیت الامان، گنج شریف مغلپورہ، لاہور

یکے از مطبوعات ذکر و فکر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق محفوظ ہیں

"مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ ومثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ"

کلمہ طیبہ کی مثال جیسے پاکیزہ درخت اور کلمہ خبیثہ کی مثال جیسے ایک گندہ درخت رکوع ۱۶ پ ۱۳

اَلْفَرْقُ بَیْنَ

اَلْکَلِمَۃُ الطَّیِّبَۃِ وَالْکَلِمَۃُ الْخَبِیْثَۃِ

تصنیف لطیف

حضور پُر نور ابو الحقائق الحاج پیر امانت علی شاہ صاحب چشتی نظامی مدظلہ العالی

خطیب جامع مسجد شاہ کمال گنج مغلپورہ لاہور

ناشران:۔ نیازمندان آستانہ عالیہ بیت الامان گنج شریف مغلپورہ لاہور

"یکے از مطبوعات ذکر و فکر"

مطبوعات

ا شائع ہو چکے ہیں۔

(۱) "ذکر و فکر" یعنی خطباتِ نظامی بعنوان مراتب نزول
(۲) نالۂ شبگیر (۳) آئینہ معرفت
(۴) سلسلہ کلام پنجابی نمبر۱ (سی حرفی فی التوحید۔ تحفہ درویش فی معرفتِ خویش)
(۵) اصولِ شیعہ (۶) آئینہ شیعہ فی مسئلہ تقیۃ۔
(۷) الفرق بین الکلمۃ الطیبۃ والکلمۃ الخبیثۃ۔

ب زیرِ اشاعت ہیں۔

(۱) پیامِ عشق (دیوان نظامی)
(۲) تصوّرِ شیخ
(۳) مقامِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم
(۴) سلسلہ کلام پنجابی نمبر۲ (چٹھیاں درد بھریاں معہ دیگر کلام پنجابی)

مندرجہ بالا تمام مطبوعات کے جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔
کوئی صاحب بلا اجازت متن یا شرح نہ چھپوائے۔

پتہ خط و کتابت

سید محمد اشرف بخاری چشتی نظامی خادمِ آستانہ
بیت الامان گنج شریف مغل پورہ لاہور

دیباچہ

یہ رسالہ "الفرق بین الکلمۃ الطیبۃ والکلمۃ الخبیثۃ" اس بات کے پیش نظر لکھا گیا ہے کہ بعض حضرات کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ یعنی کلمہ طیبہ کے معنی سمجھنے میں جو غلطی واقع ہوتی ہے نہایت قابلِ افسوس ہے انہوں نے کلمہ طیبہ کی تحریف کر کے اس کو محکم سے متشابہ بنا دیا ہے اور کلمہ طیبہ کے مفہوم کو کلمہ خبیثہ یعنی (عـ ١) کے مساوی کر دیا ہے کوئی بھی مسلمان بسبب لا الٰہ الا اللہ کہنے کے اپنی زبان کو تو شرک سے محفوظ رکھ سکتا ہے لیکن (عـ ٢) پر اعتقاد کی وجہ سے وہ شرک سے پاک نہیں رہ سکتا، کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ جو غیریت اور تفرقہ اس کے گمان میں ہے اور جس پر اس کا اعتقاد ہے وہ (لا الٰہ الا اللہ کے مفہوم کے خلاف اور برعکس ہے وہ اس بات سے کبھی مطلع نہیں، کہ عینیت اور وحدت جس کو وہ شرک اور کفر جانتا ہے وہی لا الٰہ الا اللہ کا اصلی مفہوم اور اصل مقصود ہے، کلمہ کے معنی میں اس قدر تاویلیں، تحریفیں اور دلیلیں تحریریہ و تقریریہ میں آچکی ہیں کہ عوام کے ذہن میں توحید عین شرک اور شرک عین توحید بن گیا ہے مگر بعض اشخاص

عـ ١، ٢ لا الٰہ منتفی الصفات معبود موجود الا اللہ

جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے چاہا وہ البتہ کلمہ کے مفہوم اصلی سے واقف ہیں۔

میرے آقا و مولیٰ حضور پُر نور قبلہ عالم عارف یگانہ حضرت مولانا ابوالحقائق الحاج پیر سید امانت علی شاہ صاحب چشتی نظامی دامت برکاتہم العالیہ (خطیب مسجد شاہ کمال) مغل پورہ گنج شریف لاہور نے یہ مختصر سا رسالہ جو کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیثہ کے درمیان فرق بیان کرتا ہے تحریر فرما کر مسلمانوں پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ اس رسالہ کو پڑھ کر ہر شخص کلمہ کے مفہوم اصلی سے بخوبی واقف ہو سکتا ہے جو شرک سے پاک کرتا ہے۔

خاکپائے خواجگان چشت اہل بہشت

صوفی عبدالرحیم دیوانہ

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کلمہ طیبہ:- لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ

یہ کلمہ طیبہ ہے جو شرک سے پاک کرتا ہے اور توحید کا درس دیتا ہے بشرطیکہ صحیح طور پر اس کا مفہوم ذہن نشین ہو جائے عام طور پر کلمہ طیبہ کا یہی مطلب کیا جاتا ہے (کوئی نہیں ہے عبادت کے لائق سوائے اللہ کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں) مگر یہ عبادت ماسوی اللہ کی تشریح کی محتاج ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ایک واقعہ اس طرف اشارہ کرتا ہے جب حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ طیبہ کا اعلان فرمایا تو ایک طبقہ ایمان لے آیا اور ایک گروہ نے انکار کر دیا اور اپنے ما فی الضمیر کو یوں بیان کیا۔ اَجَعَلَ الۡاٰلِہَۃَ اِلٰـہًا وَّاحِدًا ۚۖ اِنَّ ہٰذَا لَشَیۡءٌ عُجَابٌ (یہ تمام معبودوں کو ایک بتا رہا ہے یہ تو عجیب شے ہے) حالانکہ ہر ایک نے یکساں سنا اور سمجھا کیونکہ وہ اہل زبان تھے اور عربی زبان سے خوب واقف تھے مگر سمجھنے کے اجلہ

ایک طبقہ ایمان لے آیا اور ایک طبقہ نے ماننے سے انکار کر دیا اور یہ حقیقت ہے کہ کلمہ طیبہ کا جو مفہوم اس آیۂ پاک سے واضح ہوتا ہے وہی صحیح ہے۔ کفار و مکرنے جس مفہوم سے انکار کیا وہی صحیح اور درست ہے۔ لیکن ماسوی اللہ کی پہچان ، ضروری ہے اس کے بغیر توحید سمجھ میں نہیں آ سکتی۔

علاوہ ازیں اگر حضور کو اپنے حواس ، علم اور عقل پر قیاس کیا جائے تو گمراہی سے نجات نہیں ملتی کیونکہ مذہب یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کا حکم دیتا ہے ، لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ کی ہدایت دیتا ہے ، فرشتوں پر ایمان لانا ، قیامت پر ایمان رکھنا ، جنت ، دوزخ ، عذاب قبر ، لوح و قلم ، اور عرش و کرسی کو جزو ایمان بنانا حتی اگر خدا کی ذات کا اقرار کرنا تمام باتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مذہب عقل ، علم اور حواس سے بالاتر ہے اور ما فوق العقل ہے۔ اگر کوئی یہ چاہے کہ فرشتوں کو حواس پر پرکھ کر ایمان لائے تو یہ محال ہے ، خدا کو دیکھ کر اقرار کرے ناممکن ہے۔ قیامت ، جنت دوزخ ، عذاب قبر ، لوح و قلم اور عرش و کرسی کو محسوس کر کے ایمان لائے ہمہ نہیں سکتا مگر ہر کوئی ایمان رکھتا ہے اور محض کسی کے کہنے پر ایمان رکھتا ہے اپنے حواس پر پرکھنے کی وجہ سے نہیں اور دیکھنے

والا وہ ہے جس پر پورا اعتماد ہے اگر اعتماد نہ ہوتا تو کوئی نہ مانتا

اعتماد کیوں نہ ہو جبکہ محبوب خدا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے

مراتب، مقامات اور کمالات اس بات کی سند پیش کر رہے ہیں،

کہ آپ کو ان تمام مرتبوں کا مشاہدہ حاصل ہے اور صرف مشاہدہ ہی

نہیں بلکہ خود ان تمام مراتب کے جامع ہیں۔

ان تمام مسائل کے پیش نظر میرے آقا و مولیٰ ابو الحقائق الحاج

پیر سید امانت علی شاہ صاحب چشتی نظامی دامت برکاتہم العالیہ

خطیب جامع مسجد شاہ کمال گنج مغل پورہ لاہور نے قرآن و

حدیث کی روشنی میں کلمہ طیبہ کے مفہوم کو واضح کیا ہے، اور

وضاحت کا پورا حق ادا کیا ہے۔ قبل از یں دیگر بزرگان دین اور

اکابرین بھی اس مسئلہ پر کافی بحث کر چکے ہیں اور بڑی بڑی ضخیم

کتابیں لکھی ہیں مگر میرے آقا و مولےٰ حضور قبلہ عالم غریب نواز

دامت برکاتہم العالیہ نے اس رسالہ الفروق بین الکلمۃ الطیبۃ

والکلمۃ الخبیثۃ، میں اس مسئلہ کو نہایت سلیس، عام فہم

مختصر، جامع، اور مدلل پیرائے میں پیش کیا ہے گویا دریا کو

کوزے میں بند کر دیا ہے اور یہ تفسیر اپنی مثال آپ ہے

امید واثق ہے کہ حق پرست حضرات اس کے مطالعہ سے دولت

ایمان و عرفان حاصل کریں گے۔ اور اس کا ثواب خواجگان چشت اہلِ بہشت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ارواحِ مقدسہ کو پہنچتے رہیں گے۔ فقط والسلام

سگِ دربارِ چشت

سید محمد اشرف بخاری چشتی نظامی
خادمِ آستانہ بیت الامان گنج مغلپورہ

نقوشِ اولیں

پیر سید منیر الدین ضمیر الواالخفائق الحاج پیر سید امانت علی شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے جو کلمۂ طیبہ کی تفسیر کی ہے نہایت بے نظیر ہے، حضورِ قلب سے دو تین مرتبہ اس رسالہ کو پڑھنے سے وہ حجابات جو قلب و نظر کی راہ میں حائل ہوں دور ہو جاتے ہیں اور ہر کلمہ گو پر رازہائے خفی و جلی منکشف ہو جاتے ہیں۔ پھر حقیقی معنوں میں کلمہ پاک وردِ زبان رکھنے کا لطف بھی حاصل ہو جاتا ہے۔

حق تو یہ ہے کہ اس مختصر سی تفسیر کلمۂ پاک کو پڑھنے سے، انسان اپنے آپ کو مولائے حقیقی کے نہایت قریب پاتا ہے؛ سارا مضمون یقیناً بصیرت افروز ہے، وضاحت کے لئے جو مثالیں پیش کی گئی ہیں وہ بھی قرینِ قیاس اور اپنی مثال آپ ہیں لہذا میں برادرانِ اسلام سے بالعموم اور اپنے برادرانِ طریقت سے بالخصوص تاکیداً گزارش کروں گا کہ اس رسالہ کے بار بار مطالعہ سے پوری طرح مستفیض ہوں اور اپنے دوسرے بھائی بندوں کو بھی اس کتاب سے استفادہ کرنے کی تلقین فرمائیں۔ فقط والسلام

ستارۂ چشت سید محمد نعمانی چشتی نظامی سبزواری (ایم اے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ط

ہمارا بنیادی عقیدہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ (خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں)، اس کلمہ طیبہ سے شرک اور توحید میں فرق کیا جا سکتا ہے کیونکہ شرک توحید کی ضد ہے اس لئے اگر توحید ہے تو شرک نہیں اور اگر شرک ہے تو توحید نہیں۔

اب جاننا یہ ہے کہ اگر ماسوا اللہ عبادت کے لائق نہیں تو ما سویٰ اللہ کیا ہے اگر کائنات کو ماسویٰ اللہ تسلیم کر لیا جائے جیسا کہ علماء ظواہر کا خیال ہے تو ذات باری تعالیٰ کائنات کی ما سوا قرار پائے گی۔ تو دو وجود باہمی جہت سے محدود قرار پائیں گے اور دو وجود ہونے کی وجہ سے ایک وجود دوسرے وجود کی ضد قرار پائے گا۔ یا مثل، ذات باری تعالیٰ کے لئے نہ مثل ہے نہ ضد، جیسا کہ ارشاد ہے لَا ضِدَّ لَهٗ وَلَا نِدَّ لَهٗ قرب و معیت نص قطعی سے ثابت ہے "نحن اقرب الیہ من حبل الورید"، "ھو معکم اینما کنتم" جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اگر دو وجود تسلیم کر لئے جائیں تو

قرب و معیت سے حلول و اتحاد لازم آئے گا جو شرعاً ممنوع ہے تو ہمارا عقیدہ یہ ہوگا کہ قرب و معیت تو ہے لیکن حلول و اتحاد سے پاک، وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ط ذات باری تعالےٰ کا جانوں میں ہونا تو ثابت ہے لیکن حلول و اتحاد سے پاک۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ مُّحِیْطٌ یعنی ذات باری تعالےٰ کا ہر شئے کو محیط ہونا مسلمہ ہے لیکن حلول و اتحاد سے پاک، ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَ ھُوَ بِکُلِّ شَیْئٍ عَلِیْمٌ ط ذات باری تعالیٰ کا اول ہونا، آخر ہونا، ظاہر ہونا، باطن ہونا مسلمات سے ہے، لیکن حلول و اتحاد سے پاک،

جب ان آیات کریمہ کی رُو سے ہمارا ایمان قرب و معیت کا یہ ہوگا کہ دوسرا وجود ہے ہی نہیں، جیسا کہ نص قطعی سے ثابت ہے۔ کیونکہ دوسرے وجود سے ہی حلول و اتحاد لازم آتا ہے اس لیے جب تک دوسرے وجود کی نفی نہ ہو حلول و اتحاد سے پاک نہیں ہو سکتا۔

جب ہم ہر شئے کا ظاہر اور باطن نص قطعی کی رُو سے ایک ہی وجود مان لیں گے تو ماننا پڑے گا کہ وہی ظاہر ہے، وہی باطن ہے، وہی

اول ہے اور وہی آخر ہے، ہماری نظر میں دوسرے وجود کے لئے کوئی جگہ نہیں، جب دوسرا وجود نہیں تو قرب و معیّت سے حلول واتحاد لازم نہیں آئے گا۔

البتہ ہماری عقل جزوی جس کے متعلق ذات باری تعالےٰ نے خود ارشاد فرمایا لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ (تم اُسے نہیں پا سکتے وہ تمہیں پاسکتا ہے۔)

جب ہم عقل جزوی سے اسے پا ہی نہیں سکتے تو پھر ذات باری تعالےٰ کی معرفت کے لئے عقل سے سوال کرنا جائز اور درست نہیں۔

عقل کہتی ہے کہ جب دوسرا وجود ہی نہیں تو وہی ایک وجود ہے جو وجود مطلق ہے تو پھر کھاتا کون ہے؟ پیتا کون ہے؟ مرتا کون ہے؟ پیدا کون ہوتا ہے؟ بیمار کون ہوتا ہے؟ تندرست کون ہوتا ہے؟ عذاب کس کو؟ ثواب کیسا؟ جنت کس کو؟ دوزخ میں کون جائے گا؟ بہرحال یہ تمام توہمات عقل جزوی کے ہیں عقل اُسے پا نہیں سکتی تو وہی درست ہے جو نص قطعی میں وارد ہوتا ہے ہماری عقل، حواس، فہم، گمان اور علم مانیں یا نہ مانیں، ہمارا

اس سے کوئی تعلق خدا کی معرفت کے بارے میں نہیں ہونا چاہیئے
اگر ہوگا تو گمراہی میں کوئی شک نہیں

اب سوال صرف یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر دو وجود نہیں تو پھر
ایک ہونے کی کیا دلیل ہے۔ جس سے قرب و معیت بھی ثابت ہو
جائے اور حلول و اتحاد بھی لازم نہ آئے تو پھر اس کے لیئے چند
مثالیں سمجھ لیجئے جس سے یہ مسئلہ پوری طرح ذہن نشین ہو سکتا ہے۔
حرف اور سیاہی میں قرب و معیت ثابت ہے لیکن حرف کوئی
دوسرا وجود نہیں جس سے سیاہی کا حلول و اتحاد لازم آسکے۔
ہر حرف کی سیاہی اوّل ہے۔ سیاہی آخر ہے، سیاہی ظاہر ہے
اور سیاہی باطن ہے۔ حرف سیاہی کا ایک وجود اضافی ہے یا سیاہی
کے لیئے ایک ظل ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلٰی
رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ۔ (اے محبوب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ
ہم نے سائے کو کیسے لمبا کیا ہے) سائے کا مدّ ظل اس طرح تمہیں مانا
جا سکتا۔ جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ روشنی اگر ہماری پچھلی طرف ہے
تو سایہ اگلی طرف، اگر روشنی دائیں طرف ہے تو سایہ بائیں طرف جوں جوں
روشنی بلندی کو جائے گی سایہ سمٹتا جائے گا۔ جوں جوں روشنی نیچے
کو جائے گی۔ ہمارا سایہ پھیلتا جائے گا۔

کیونکہ ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ کوئی شے نہیں مانی جاسکتی جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے کان اللّٰہ ولم یکن معہٗ شیئٌ وھو کان الآن کما کان، کبھی بھی اس کے ساتھ کسی شے کا وجود مانا نہیں جاسکتا تو سایہ کے سکڑنے اور لمبا ہونے کے لئے کونسا موضوع اور محل قرار پایا جائے گا۔ جب وہ ایک ہے جیسا کہ ثابت ہوچکا ہے تو اس کا مدظل ایسا ہی ماننا پڑے گا جیسا کہ سیاہی کا حرف کی صورت میں مدِظل ہو اور ص اور برف میں قرب اور معیت بھی ہے۔ کیونکہ برف کے لئے کوئی دوسرا وجود نہیں تو پانی اور برف میں حلول واتحاد لازم نہیں آئے گا۔

اسے یوں سمجھ لیجئے کہ پانی برف کی صورت میں ظاہر تو ہوا ہے، لیکن پانی اور برف میں کوئی مستقل مغائرت موجود نہیں۔ بلکہ برف پانی کا ایک اضافی وجود ہے، تو اول بھی پانی، آخر بھی پانی، ظاہر بھی پانی، اور باطن بھی پانی، البتہ پانی سے برف بننے کے بعد چند صفات ایسی پیدا ہوگئی ہیں جو پانی یعنی برف کے اصل میں موجود نہ تھیں۔ مثلاً پانی میں روانی ہے برف میں انجماد ہے روانی نہیں۔ برف کثیف ہونے کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتی ہے۔ پانی پر کشتیاں تیرتی ہیں برف پر نہیں۔ ان چند صفاتِ زائدہ کی وجہ سے پانی سے برف کی مغائرت خیال میں آتی ہے لیکن کوئی شخص

ص پانی کا برف کی صورت میں مدظل ہو جانا

اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ اس کا اصل پانی نہیں ہے،
برف کا کوئی وجود زائد بر پانی یا خارج از پانی پایا نہیں جاتا اگر اسے
بروقت حرارت میسر آجائے۔ تو وہ برف کے تعین سے پانی کی
طرف آسانی سے رجوع کر سکتی ہے۔ اگر برف کا وجود پانی سے
زائد ہوتا تو برف کے پگھل جانے کے بعد باقی رہتا کیونکہ برف کا
وجود زائد بر پانی نہیں تھا اس لئے اصل کی طرف رجوع کرنے
کے بعد کوئی وجود باقی نہ رہا۔ اور ساری کی ساری برف پھر پانی
ہوگئی۔

برعکس اس کے اگر پانی میں منجمد ہونے سے پہلے ایک لوہے
کا ٹکڑا رکھ دیا جاتا —— تو وہ چونکہ زائد بر پانی وجود رکھتا تھا اس
لئے برف کے پانی ہو جانے کے بعد باقی رہتا۔
اگر اسی برف کو حرارت میسر نہ آئے تو وہ اپنے اصل کی طرف
رجوع کرنے کی بجائے اور زیادہ کثیف ہو جائے۔ کیونکہ حرارت
کے ایسے درجہ پر پڑی رہی جسے زیرو یا صفر درجہ کہا جاتا ہے لیکن
وہ کثیف ہو جاتے یا برف رہے۔ اصل اس کا ہر مرتبہ کے اعتبار
سے پانی ہی ہوگا۔ جتنا وہ اصل یعنی پانی سے بُعد کی طرف جائے گی
وہ اس کے لئے دوزخ کا راستہ ہے یعنی گمراہی کی طرف چلی گئی

اگر بر وقت اسے حرارت میسر آگئی تو وہ آسانی سے اپنے اصل کی طرف رجوع کر جائے گی۔ جو اس کے لئے صراطِ مستقیم اور ہدایت کا راستہ ہے اور یہ راستہ جنت کا ہے۔

تو یہ مثالیں پوری طرح صادق آتی ہیں جیسا کہ نص قطعی میں آیا ہے کہ اس کو قرب بھی ہو اور معیت بھی ہو لیکن حلول و اتحاد سے پاک، اول بھی ہو، آخر بھی ہو، ظاہر بھی ہو، اور باطن بھی ہو لیکن حلول و اتحاد سے پاک، وہ ہر شے کو محیط بھی ہو لیکن حلول و اتحاد سے پاک، تو کھانا، پینا، سونا، جاگنا، مرنا: زندہ ہونا، پیدا ہونا عذاب، ثواب، جنت: دوزخ تمام کا تعلق صرف تعین سے ہے حقیقت سے کوئی نہیں۔

کیونکہ غیریت پیدا ہی نہیں کی گئی۔ نہ ظاہر میں نہ باطن میں، نہ اول، نہ آخر، اس لئے ان سب مذکورہ باتوں کا تعلق صرف تعین سے ہے۔ تعین کا اپنے اصل کی طرف رجوع کرنا لازمی اور ضروری ہے چاہے وہ برف کے مرتبہ سے رجوع کرے یا پتھر ہو کر۔ اگر برف کے مرتبہ سے رجوع کرے گا۔ تو آسانی ہے ورنہ دوزخ کی سخت ترین منزلوں کو طے کر کے پھر بھی اصل کی طرف رجوع کرنا ہے تو جتنے متعلقات تعین کے ہیں ان کا فنا ہونا ضروری ہے۔ برف کے مرتبہ

ہے یا پتھر کے مرتبہ سے، اصل سے اس کا کوئی تعلق نہیں
یہ تمام آثار ماتشیں تعین کے فنا کرنے کے لئے ہیں۔ جس مرتبے سے
بھی اس کا تعین فنا ہوگا اصل کی طرف رجوع کرے گا۔ وہی اس کی
منزل مقصود ہے اسی لئے ہم دعا کرتے ہیں کہ اے خداوندا! ہمیں
سیدھا راستہ دکھا۔ اُن لوگوں کا جن پر تو نے انعام کئے۔ نہ کہ ان لوگوں
کا جو گمراہی کی طرف چلے گئے۔ جو سیدھے راستے کی طرف چلے گئے۔ اُن
کا ٹھکانا جنت ہے اور جو گمراہی کی طرف چلے گئے ان کا ٹھکانا دوزخ
ہے۔ ایک راستہ میں راحت ہے اور دوسرے راستہ میں رنج اس
لئے ایک کو جنت کہتے ہیں اور ایک کو دوزخ، بہرحال دونوں کی منزل
مقصود ایک ہے۔

یہ ثابت ہو گیا کہ جسے ہم غیریت سمجھتے ہیں اس کا تعلق صرف ہمارے ہی
عقل موہوم سے ہے، ورنہ غیریت کہیں بھی موجود نہیں ہے ہر مرتبہ
میں وہی موجود مطلق ہے۔ البتہ اتنا سمجھ لینا ضروری ہے جیسا کہ
حضرت جامیؒ نے ارشاد فرمایا ہے:

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد !!
گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

ہر مرتبہ وجود ہی کا حکم رکھتا ہے اگر تو مراتب کی حفاظت نہ کرے گا

تو الحاد اور زندقہ لازم آئے گا۔ جب ہر مرتبہ میں اسی وجود واحد کا ہی ظہور رہا ہے تو ہر مرتبہ میں اس کو تسلیم کرنا ہمارا ایمان ہونا چاہئے جس مرتبہ میں ظہور کیا ہے اسی مرتبہ میں مان لیا جائے۔ جیسے سیاہی نے ہر حرف کی صورت میں ظہور کیا ہے۔ جہاں "ا" کی صورت میں ظہور کیا ہے وہاں "ا" ماننا پڑے گا، اور جہاں "ب" کی صورت میں ظہور کیا ہے وہاں "ب" ماننا پڑے گا۔ ہر حرف کو اپنے مرتبہ میں مان لینا حفظ مراتب ہے، اسی طرح ہر مرتبہ میں ایک ہی وجود کا ظہور مان لینا یہی ایمان ہے۔ جہاں آگ کی صورت میں ظہور کیا ہے وہاں آگ، اور جہاں پانی کے مرتبہ میں ظہور کیا ہے، وہاں پانی اور جہاں شیر کے مرتبہ میں ظہور کیا ہے وہاں شیر، آگ کے مرتبہ کی یہی حفاظت ہے کہ اسے آگ سمجھ کر اس میں ہاتھ نہ ڈالا جائے۔ اور شیر کے مرتبہ کی بھی حفاظت ہے کہ اسے شیر کے مرتبہ میں ظاہر مان کر اس سے بچا جائے کہ وہ پھاڑ کھائے گا۔

جیسا کہ ایک عارف نے اپنے معتقدین کو یہ مسئلہ سمجھایا کہ ہر مرتبہ میں ایک ہی وجود کا ظہور مانا جائے۔ جب وہ باہر نکلے، تو ایک ہاتھی مست آرہا تھا۔ اس کا سوار پکار پکار کر کہہ رہا تھا بچو جاؤ! ہاتھی مست ہے، بچ جاؤ ہاتھی مست ہے" ایک نے سمجھا

کہ وجود واحد ہے وہ مجھے کیا کہے گا۔ مگر ہاتھی آیا اور اسے ہلاک کر دیا۔ جب یہ مسئلہ عارف کے سامنے پیش ہوا کہ وہ تو اس مسئلہ کے سمجھنے سے ہلاک ہو گیا ہے تو عارف نے کہا کہ اگر وہ سمجھ جاتا تو ہلاک نہ ہوتا۔ اس نے ہر مرتبہ میں ایک وجود کا ظہور نہیں مانا اگر مانتا تو ہلاک نہ ہوتا۔ اس نے ہاتھی کو تو ایک سمجھا لیکن سوار کو ایک نہ سمجھا جو کہہ رہا تھا بچ جاؤ ہاتھی مست ہے۔ اگر اس کو بھی ایک مان لیتا تو ہلاک نہ ہوتا، اس کے غیر ماننے سے ہلاک ہو گیا۔

بہر حال یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حفظ مراتب ہی شریعت ہے کیونکہ اس مسئلہ کی رو سے حلال و حرام، نیکی و بدی اور اوامر و نواہی وارد نہیں ہوتے۔

حفظ مراتب کی رو سے حلال و حرام، نیکی و بدی اور اوامر و نواہی سمجھ میں آسکتے ہیں۔ جسے شریعت مطہرہ کہا جاسکتا ہے، یہ مسئلہ اپنے مقام پر صحیح اور درست ہے۔ اگر قانون شریعت کی پابندی نہ ہوگی، تو الحاد اور زندقہ لازم آئے گا۔

اب جب یہ ثابت ہو گیا کہ ماسوی اللہ کا کوئی وجود ہی نہیں تو کلمہ شریف کا یہ معنی کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں" ان معنوں میں کہ کوئی خدا کا غیر بھی ہے اور وہ عبادت کے لائق

اور وہ عبادت کے لائق نہیں۔ غلط ہے بلکہ اس کا یہ معنی ہوا کہ "غیرِ خدا کا کوئی نہیں وہی عبادت کے لائق ہے" اب یہ سمجھنا ہے کہ غیرِ خدا کا تعلق کہاں تک ہے۔

ہر چیز ایک نام سے پکاری جاتی ہے۔ جو نام ہر زبان میں ایک فرضی نام تجویز کیا گیا ہے۔ ایک چیز کا نام ایک زبان میں آتش ہے، تو دوسری زبان میں اس کا نام آگ ہے۔ پھر ایک زبان میں اس کا نام نار ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو وہ نہ آتش ہے، نہ آگ ہے اور نہ نار ہے بلکہ ایک چیز ہے جس کے یہ فرضی نام رکھے گئے ہیں اسی طرح ہر چیز کا ایک نام ہے جو صرف فرض کیا گیا ہے حقیقت نہیں ہے اگر ہر چیز سے اس کا فرضی نام* رکھو فرضی ہوگا۔ تو پھر وہ اصل میں کیا ہے تمام زبانوں کو چھوڑ کر ذاتِ باری تعالےٰ کی طرف رجوع کرو، جو نصوصِ قرآنی سے ثابت ہو۔ اس چیز کو وہی مان لو، جیسے ذاتِ باری تعالےٰ نے ارشاد فرمایا۔ هُوَ الظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ جب ہر شے کا ظاہر و باطن وہی ہے تو ہمیں کیا انکار ہو سکتا ہے کہ فرضی نام سے نظر اُٹھا لیں اور اصل پر نظر کریں تو اصل میں وہی ہے جو ظاہر و باطن ہے۔

ذاتِ باری تعالےٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ

* اُٹھا لیا جائے تو پھر دیکھنا ہے کہ وہ چیز کیا ہے جو بھی اس کا نام

(جس طرف نظر کرو جس طرف منہ پھیرو اللہ کا منہ نظر آتا ہے) حضور سرکار مدینہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا والذی نفس محمد بیدہٖ لو انکم دلیتم بحبل علی الارض السفلی لھبط علی اللہ ثم قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھو الاول والاخر والظاہر والباطن وھو بکل شیئ علیم ط ایک دن مجلس صحابہ کرامؓ میں ارشاد ہوا کہ مجھ کو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ کی جان ہے اگر ایک ڈول کو رسی باندھ کر نچلی زمین پر ڈالا جائے تو وہ اللہ پر پڑے گا۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا کہ وہی اول ہے، وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن" تو کلمہ شریف کا معنی ہوا کہ کوئی غیر باری تعالےٰ نہیں ہے۔ وہی اول موجود ہے وہی آخر موجود ہے، وہی ظاہر موجود ہے، اور وہی باطن ہے یعنی کوئی شے نہیں وہ ہے، تو غیریت کا مفہوم سمجھ میں آ گیا کہ جتنے چیزوں کے نام فرضی طور پر تجویز کرے گئے تھے حقیقت میں وہ نہیں ہیں۔ جو اصل میں پہلے سے وہ ہے۔

تو اب ہم نے کلمہ طیبہ کا یہ معنی سمجھ لیا کہ ہم نہیں ہیں وہ ہے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ کبھی عدم موجود نہیں ہو سکتا اور جو موجود ہے وہ عدم نہیں ہو سکتا جیسے میرے وہم و خیال کے مطابق میں اپنے نام کا مسمیٰ ہوں، حالانکہ

مسمّٰی اور ہے اور اسم اور ہے مثلاً کسی شخص کا نام "زید" ہے زید ایک فرضی نام ہے۔ مسمّٰی سے اس کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ زید کا نام "بکر" رکھنے سے مسمّٰی میں کوئی تبدیلی اور تغیر واقع نہیں ہوتا تو جب ہم نے غیریت کی نفی کی تو صرف اتنی کہ جہاں تک اسم کا تعلق تھا اور جب مسمّٰی پر غور کیا تو وہی نکلا جو اول ہے، آخر ہے، ظاہر ہے اور باطن ہے یہ ایک غلط فہمی ہوتی ہے کہ پھر ہر چیز خدا ہوئی۔ یہ غلط ہے کیونکہ ہم نے تو چیز کا وجود ہی تسلیم نہیں کیا۔ جب کوئی شئے بالذات وجود ہی نہیں تو اس کا ہونا اور نہ ہونا صرف غلط فہمی ہے، اگر بالذات موجود ہے، تو وہی ذات باری تعالےٰ ہے۔

یہ بھی یاد رکھیے کہ عدم کبھی وجود کی طرف تجاوز نہیں کرتا اور جب بھی موجود ہوتا ہے تو وہ وجود ہی ہوتا ہے۔ تو کلمہ طیبہ کا معنٰی مسلمات سے ہوگا کہ کوئی شئے نہیں ہے وہ ہے اور وہ حق ہے تو کلمہ شریف کا معنٰی غیریت کی نفی اور حق کا اثبات ہے تو جب یہ جامع معنی سمجھ میں آگیا تو خواہ وہ اپنے آپ کو دیکھے یا کسی اور چیز کو کہیں غیر نظر نہیں آئے گا۔

ایمان کے تین درجے ہیں۔

۱:۔ علم الیقین ۲:۔ عین الیقین ۳:۔ حق الیقین

جب علمی طور پر یقین ہو گیا کہ غیر خدا کوئی چیز نہیں ہے تو جس چیز کو بھی دیکھا وہاں حق کو مشاہدہ کیا۔ جب ہر چیز میں حق کو مشاہدہ کیا تو عین الیقین حاصل ہو گیا اس مشاہدہ کا غلبہ یہاں تک پہنچا کہ اس نے خلق میں حق کو مشاہدہ کیا اور حق میں خلق کو مشاہدہ کیا اور ایک امر دوسرے امر کا مانع اور حجاب نہ ہوا۔ چاہے وہ خلق میں حق کو دیکھے یا حق میں خلق کو دیکھے جیسا کہ مذکرہ مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ سیاہی حروف کی عین اور حروف سیاہی کے عین، تو یہ حق الیقین کا مرتبہ حاصل ہو گیا۔

جب کائنات ابھی پیدا نہیں ہوئی تھی حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مرتبہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے ؎

چوں بہ بیرنگی رسی کاں داشتی
موسیٰ و فرعون دارند آشتی

جب ذات باری تعالےٰ کے اس مرتبہ کو دیکھا جائے، جب کائنات پیدا نہیں ہوئی تھی اور ذات باری تعالےٰ موجود تھے اور ساتھ اس کے یہ بھی ذہن نشین ہو جائے۔ کَانَ اللّٰهُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَهٗ شَیْءٌ (اللہ تھا اس کے ساتھ کوئی شے موجود نہ تھی) اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی مان لیا جائے۔ اِنَّ الْحَقَّ مُبِیْنٌ عَنِ الْکُلِّ ... اللہ

ہی ہر شے کا مبدا ہے، اور یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ "ھُوَ یُبدِئُ وَ یُعِید" ہر شے کا مبدا بھی وہی ہے اور معاد بھی وہی ہے تو اس کے ماننے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ کہ کائنات کا مبدا وہی ہے، جب کائنات کا مبدا وہی ہے اور اس سے خارج میں کوئی شے موجود ہی نہیں تو یہ ماننا پڑے گا کہ قبل از ظہور تمام کائنات ذات باری تعالےٰ میں اس طرح موجود تھی دو کشجرۃ فی النواۃ جیسے گٹھلی میں درخت، تمام درخت ظہور سے پہلے گٹھلی کا عین ہو کر موجود ہوتا ہے اگر اس مرتبہ میں کوئی درخت کا تجزیہ کرنا چاہے کہ پھول الگ کر دوں اور کانٹا الگ کر دوں، ہو نہیں سکتا، ایک ہی مرتبہ میں پھول اور خار موجود ہیں نور رومی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی وضاحت ہو گی۔ کہ اگر ذات باری تعالیٰ کے اس مرتبہ کی طرف غور کیا جائے۔ جب کائنات ذات باری تعالےٰ میں اس کی عین ہو کر موجود تھی تو موسیٰ و فرعون ایک ہی مرتبہ میں جمع تھے اس مرتبہ کو مرتبۂ جمع الجمع بھی کہا جاتا ہے۔

جب درخت نمودار ہوا تو اب خار اور پھول علیحدہ علیحدہ ہونے تو درکنار ایک پھول دوسرے پھول سے الگ نظر آنے لگا۔ اسی لیے حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمایا ہے

چونکہ بے رنگی اسیرِ رنگ شُد
موسیٰؑ با موسیٰؑ در جنگ شُد

کیونکہ مرتبہ فرق میں موسیٰؑ موسیٰؑ سے جدا ہے۔ یعنی پھول پھول سے الگ ہے۔ لیکن حقیقتِ جامع میں پھول اور خار ایک ہی مرتبہ میں موجود ہیں۔ کیونکہ ذات باری تعالےٰ جامع اضداد ہے وہ جلال بھی ہے اور جمال بھی، دونوں صفتیں ایک دوسری کی ضد ہیں۔ لیکن ایک ہی مرتبہ میں جلال اور جمال موجود ہیں، نہ صفت جلال، صفت جمال کو معطل کر سکتی ہے اور نہ صفت جمال صفت جلال کو معطل کر سکتی ہے، کیونکہ دونوں صفات ازلی ہیں اور قدیم ہیں۔

اسی طرح تنزیہہ اور تشبیہہ بھی ذات باری تعالیٰ کی صفات ہیں ذاتِ باریتعالیٰ دونوں کی جامع ہے۔ اگر ذات باری تعالےٰ کو صرف صفت تنزیہہ میں مقید کر دیا جائے تو قید کرنے کے برابر ہے، اور اگر صرف صفتِ تشبیہہ میں محدود کر دیا جائے تو حد لگانے کے برابر ہے، حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ؂

فان قلت بالتنزیہہ کنت مقیداً

وان قلت بالتشبیہ کنت محددا
وان قلت بالامرین کنت مسددا
کنت اماما فی المعارف سیدا

"اگر تو ذات باری تعالیٰ کو صرف تنزیہہ میں مقید کرتا ہے تو قید لگاتا ہے۔ اور اگر تشبیہ میں محدود کرتا ہے تو اسے حد لگاتا ہے اگر دونوں صفات میں مطلق جانتا ہے نہ تنزیہہ میں مقید نہ تشبیہ میں محدود تو پھر تو معرفت کا امام اور سردار ہے" تو اس کا یہ معنی ہوا کہ صورت اور بے صورتی دونوں اس کی صفات ہیں۔ قبل از ظہور، صورت باطن تھی اور بے صورتی ظاہر تھی۔ اب صورت ظاہر ہے اور بے صورتی باطن ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ظہور سے پہلے صورت باطن ہو اور بعد از ظہور صورت ظاہر ہو۔ اور ظہور سے پہلے بے صورتی ظاہر اور ظہور کے بعد بے صورتی باطن۔

جب اول آخر ظاہر باطن ایک ہی وجود ہے تو صاف ظاہر ہے کہ یہ تمام صفات اسی کی ہیں نہ صورت بے صورتی کو معطل کر سکتی ہے[1] حضرت مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ نے خوب فرمایا ہے

صورت از بے صورتی آمد برون
باز شد انا الیہ راجعون

[1] اور نہ بے صورتی صورت کو معطل کر سکتی ہے۔

جب یہ صورت غیر باری تعالےٰ نہیں ہے تو پھر جان لینا
چاہیے کہ ہر صورت تعین کے اعتبار سے غیر باری تعالےٰ ہے اور
از روئے حقیقت عین باری تعالیٰ ہے، جیسا کہ متذکرہ مثالوں
سے ثابت ہے کہ برف تعین کے اعتبار سے پانی کی غیر ہے اور
حقیقت کے اعتبار سے پانی کی عین، کیونکہ برف کی صورت میں
آنے کے بعد بعض صفات ایسی پیدا ہو گئی ہیں جو بظاہر پانی کی غیر نظر
آتی ہیں۔ وہ صفات گو پانی کی متضاد ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا
ہے۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا ہے کہ برف پانی کی
غیر نہیں ہے۔

اب یہ بھی ماننا پڑے گا کہ گٹھلی میں درخت اس کا عین تھا اب
درخت کے ظاہر ہونے کے بعد گٹھلی درخت کی عین ہے۔ ظہور سے
سے پہلے کائنات ذات باری تعالیٰ کی عین تھی اور ظہور کے بعد ذات
باری تعالےٰ کائنات کی عین ہے۔

باطن بھی اس کی ایک صفت ہے اور ظاہر بھی اس کی ایک صفت
ہے۔ اس مقام پر ایک اور مثال کا سمجھ لینا نہایت ضروری ہے۔
ایک مکان بنانے والے نے مکان بنانا چاہا تو پہلے مکان کا نقشہ
اس کے خیال میں آیا اور پھر اس ذہنی تصور کے مطابق اس نے خارج

میں اینٹ، گارے اور دیگر اشیاء سے مکان کی تعمیر کی جو ظہور میں آیا وہ ذہنی صورت کا نقشہ تھا جو اس نے پہلے ذہن میں بنائی لیکن یہ یاد رکھو کہ وہ ذہنی صورت ذہن میں رہی اور مکان خارج میں اینٹ گارے وغیرہ کا تیار ہوا۔ اس مکان بنانے والے کے خارج میں یہ تمام اشیاء موجود تھیں، جس سے مکان مکمل ہوا اور وہ تمام اشیاء اس کے خارج میں مستقل طور پر موجود تھیں، اور ذات باری تعالیٰ اور کائنات کو اس صورت میں قیاس کرنا درست نہ ہوگا کیونکہ اس مکان بنانے والے کے خارج میں وہ تمام اشیاء موجود تھیں جن سے مکان تیار کیا گیا اور ذات باری تعالیٰ کے خارج میں اس کے ساتھ کوئی شے موجود نہیں، جیسا کہ ارشاد ہے۔ لَمْ یَکُنْ مَعَهٗ شَیْءٌ (اس کے ساتھ کوئی شے موجود نہ تھی) اور خود ہی کُنتُ کَنزاً مَخفِیًّا ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔

وہ اپنے اندر صورت میں ظاہر ہونے کا خود ہی کمال رکھتا تھا، کیونکہ کمال دو قسم پر ہے۔ ایک ذاتی کمال، اور ایک کمال اسمائی، کمال ذاتی سے اعیان ثابتہ یعنی صور علمیہ ذاتی، اور کمال اسمائی سے اعیان خارجہ، یعنی ذات باری تعالیٰ کا ہر صورت میں ظہور کرنا، یعنی اعیان ثابتہ کا اب تک علم باری تعالیٰ میں ہونا اور ذات وجود کا

اعیانِ خارجہ میں ظہور کرنا۔ جیسا کہ شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ "اعیانٌ ثابتۃٌ ماشمّت رائحۃ الوجود"، اعیانِ ثابتہ نے وجود کی بو تک نہیں سونگھی اور وہ اب تک ذاتِ باری تعالےٰ کے علم میں موجود ہیں۔ کیونکہ علمی صورت ہمیشہ غیر مجعول ہوا کرتی ہے۔ صورِ علمیہ یعنی اعیانِ ثابتہ ذاتِ باریتعالیٰ کی آئینہ ہیں اور ذاتِ باری تعالےٰ اعیانِ ثابتہ کے آئینہ۔

صورِ علمیہ یعنی اعیانِ ثابتہ کی تجلی کو تجلی علمی شہودی اور فیض اقدس کہتے ہیں اور اعیانِ خارجہ کی تجلی کو فیض مقدس اور تجلی عینی وجودی کہتے ہیں۔

تمام عالم تجلی عینی وجودی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جیسا کہ حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی محبوب سبحانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پیرو پیشوا حضرت خواجہ ابو سعید مخزومی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، اپنی کتاب "تحفہ مرسلہ شریف" میں یوں ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ الحقّ سبحانہٗ وتعالیٰ ھوالموجود المطلق، ذاتِ باری تعالیٰ موجود مطلق، ہر قید سے منزہ اور پاک ہے، مثل سے پاک، اور ضد سے پاک۔

کائنات کو اگر مثل مانا جائے تو بھی شرک ہے اور اگر ضد مانا جائے تو بھی اس کے لئے ضد جائز نہیں۔

تمام عالم تجلیاتِ عینی وجودی ہے بہر حال وجود ایک ہے۔

تو پھر کائنات کا وجود نہ ضد ہے نہ مثل اور سوائے اس کے چارہ کار نہیں کہ تمام کائنات از روئے تعین غیر باری تعالیٰ ہے اور از روئے حقیقت عین باری تعالیٰ ہے۔ ایک ہی وجود ہے جو تمام کائنات کا ظاہر اور باطن ہے اور ہر صورت میں ظاہر ہے اور ہر صورت کی حقیقت ہے

کائنات کا وجود نہ زائد بر ذات ہے اور نہ خارج از ذات ہے جیسے قطرہ کا وجود نہ زائد بر سمندر ہے اور نہ خارج از سمندر ہے بلکہ عین سمندر ہے قطرہ سمندر کو احاطہ نہیں کر سکتا لیکن سمندر سے زائد اور خارج بھی نہیں۔

اس کی مثال بعینہٖ یہ ہے جیسے ایک دھاگا کو متعدد گانٹھیں دی جائیں۔ گانٹھ کا کوئی الگ وجود نہیں۔ بلکہ ہر گرہ دھاگے کی عین ہے۔ اسی طرح ہر صورت اسی وجود مطلق کی عین ہے!

چوں حباب از قید خود وا می شود
راست می گویم کہ دریا می شود

جب بلبلا اپنی ہستی سے گذر جاتا ہے تو سمندر میں گم ہو جاتا ہے جو اول آخر ظاہر باطن نہیں تھا اس کی نفی آسان ہے اور جو اول آخر ظاہر باطن ہے اس کا اثبات آسان ہے تو نفی کی نفی اور

اثبات کا اثبات ، کلمہ طیبہ کا صحیح معنیٰ ہے، کیونکہ نفی کی نفی سے
ہی اثبات ہوتا ہے۔ $(-1 \times -1 = +)$

الغرض جو شرک سے پاک کر دے کلمہ طیبہ ہے اور جو
شرک سے پاک نہ کرے تو وہ کلمہ خبیثہ ہے۔

ہمیں مولےٰ کریم کلمہ طیبہ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے
اور کلمہ خبیثہ سے محفوظ رکھے۔ آمین!

کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ

آمین ثم آمین

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

نوٹ:- ذوقِ ایمان کے لئے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ثالث نامہ جو آپ نے مولوی نور محمد بھیگوٹوی منکر توحید، اور حضرت مولانا محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ کے مابین مسائل توحید پر اپنے روبرو مناظرہ سماعت فرمایا اور مولوی نور محمد منکرِ توحید نے آپ کے ہاتھ پہ توبہ کی، اس رسالہ کے آخر میں شامل کیا جاتا ہے تاکہ اہلِ توحید اس سے مزید مستفیض ہوں۔

(مصنّف)

فیصلہ شاہ صاحب دہلوی

نسبت

توحید وجودی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی لا الٰہ الا ھو وحدہٗ والصلوٰۃ علیٰ من لا نبی بعدہٗ وعلیٰ الٰہ وصحبہٖ و اتباعہٖ المکرمین عندہٗ امّا بعد عاجز مشتاق احمد حنفی چشتی انبیٹھوئی عرض کرتا ہے کہ عاجز کے بعض احباب نے راقم الحروف سے ارشاد فرمایا کہ بقیۃ السلف حجۃ الخلف شیخ مشائخنا حضرت مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ وحدت الوجود کے ثبوت میں جو فیصلہ مابین قطب دوراں حضرت مولانا شاہ محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ اور مابین مولوی نور محمد منکر توحید کے فرمایا ہے۔ اور جس میں توحید وجودی کا ذکر ہے۔ اُس کی شرح کی ضرورت ہے کیونکہ علاوہ مُشکل ہونے کے وُہ عربی زبان میں ہے۔ اُردو میں شرح ہو جائیگی تو معمولی استعداد والے بھی اُس کو سمجھ سکیں گے۔ اور ایسے مستند فاضل کے فتوے سے فائدہ اُٹھا کر عقیدہ درست رکھیں گے۔

فاقول و باللہ التوفیق - اصل قصّہ یوں ہے۔ کہ جب علاقہ
سرسہ حصار میں مولوی نُور محمد نے قائلینِ توحید وجودی پر کُفر کا فتویٰ
دیا اور تحریر و تقریر کے ذریعے اولیائے سلف اہلِ توحید کی حد سے
زیادہ توہین کرنی شروع کردی تو حسبتہً لِلّٰہ ۱۲۲۵ھ میں
حضرت مولانا شاہ محمد رمضان قدس سرّہٗ نے مولوی
نُور محمد منکر کو ہمراہ لیا اور دہلی پہنچ کر حضرت مولنا شاہ
عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اِس اختلاف کے متعلق اپنا سرپنچ
اور حکم قرار دیا۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب ممدوح نے طرفین
کے خیالات معلوم فرما کر ایک فیصلہ تحریر فرمایا جس میں مولانا شاہ
محمد رمضان قائلِ وحدتِ وجود کو عالمِ حقّانی اور اِس مسئلہ
توحیدِ وجودی کو صحیح تسلیم کیا اور مولوی نُور محمد کے خیالات فاسدہ
کی تردید کر کے انکار توحید وجودی سے اور بزرگانِ دین کو بُرا
کہنے سے توبہ لی اور اِس مُشکل مسئلہ کو اچھی طرح سمجھا دیا۔ اور
تسلیم کرا دیا کہ یہ حق ہے۔ اِس فیصلہ کی عربی عبارت کو میں
قولہٗ سے نقل کر کے اقُولُ میں اُس کی شرح لکھتا ہوں۔

قولہ :- اللہ سبحانہ واحد بسیط انبسط علی
ھیاکل الموجودات بمعیتہ الذاتیۃ ویمثل بالبحر

فالیجاد الحق عبارۃ عن ظہور الحقیقۃ المطلقۃ بالصور المختلفۃ المتعددۃ المشاہدۃ قال اللہ تعالیٰ اللہ نور السموات والارض وھو الذی فی السماء الٰہٌ و فی الارض الٰہٌ وقال اللہ تعالیٰ اینما تولوا فثم وجہ اللہ وقال اللہ تعالیٰ جعت فلم تطعمنی الحدیث۔

اقول :۔ مراد یہ ہے کہ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم نے یہ لکھا ہے کہ اللہ پاک اپنی ذات وصفات میں یکتا وحدہ لاشریک لہٗ ہے۔بسیط ہے۔ یعنی ترکیب اور اجزا سے پاک ہے موجودات میں اُس کا ظہور ایسا ہے جیسا دریا کہ وُہ ایک چیز ہے مگر بے تعداد موجوں میں دریا کا ظہور پایا جاتا ہے باوجود بے تعداد اور کثرت امواج کے دریا بدستور ایک ہی چیز ہے اِس تعدادِ امواج سے دریا کے توحّد میں کچھ فرق نہیں آیا ہے اگر دریا میں موجیں بلا تعداد پیدا ہوں یا حباب یعنی بُلبلے بکثرت آشکارا ہوں یا برف کے ٹکڑے ہزارہا جم جائیں تو ہر چند موج یا حباب یا برف نام دوسرا ہے مگر فی الواقع وہی دریا اور دریا کا پانی ہے موجیں اور بُلبلے اور برف کے ٹکڑے دریا میں پیدا ہوتے ہیں۔ پھر اُس میں مل جاتے اور فنا ہو جاتے ہیں۔ دریا کو امواج کے ساتھ

معیّت ذاتیہ ہے۔ پس اللہ کریم کا مخلوقات کو پیدا کرنا اپنی حقیقت مطلقہ کا مختلف اور متعدد صورتوں میں ظاہر کرنا ہے اِسی واسطے قرآن پاک میں فرمایا اللہ نُورُ السمٰوٰتِ والارض یعنی اللہ آسمانوں اور تمام زمینوں کا نُور ہے۔ نُور وُہ ہے کہ بذاتِ خود ظاہر ہو۔ ظہور اُس کا مستقل ہو دوسری شے کا محتاج نہ ہو دیگر اشیاء اس کے سبب ظاہر ہوں۔ اگر نُور نہ ہو تو وُہ عدم کے ظلمات میں معدوم ہوں۔ لہٰذا فی الواقع موجود بوجودِ حقیقی بجز ذات واجب الوجود کے اور کوئی چیز نہیں۔ وُہی آسمان میں معبود ہے وُہی زمین میں معبود ہے جیساکہ اُس نے فرمایا وھوالذی فی السماء الٰہٌ وفی الارض الٰہٌ دوسرے مقام پر اپنے کلام قدیم میں فرماتا ہے اینما تولوا فثمّ وجہ اللہ یعنی جس طرف مُنہ پھیرو وہیں معبودِ برحق اور وجود مطلق موجود ہے۔ حدیث قدسی میں یہاں تک آشکارا بتلایا کہ جُعتُ فلمْ تُطْعِمنِیْ یعنی اے طالب ناداں مَیں بھُوکا تیرے سامنے آیا یعنی مَظْہرِ اَتمّ انسان خلیفۃ الرحمٰن میں ظہور کیا مگر تُونے کھانا نہ دیا۔ غرض معبود برحق ہی موجود حقیقی ہے اور تمام موجودات مخلوقات کا وجود انتزاعی اور اعتباری ہے مثلاً سیاہی سے نقوش

اور حروف قسم قسم کے لکھے جاتے ہیں ان نقوش اور حروف کے نام
جُدا جُدا بھی ہیں مگر غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حقیقت
ان تمام نقوش اور حروف کی سیاہی ہے۔ سیاہی اُن کی غیر نہیں
اور یہ سیاہی سے جُدا نہیں۔ کیا اچھا فرمایا کسی عارف نے۔

"ہر نقش کہ بر تختۂ ہستی پیدا است
آں صورت آنکس است کاں نقش او راست
دریائے کہن چو بر زند موجے نَو
موجش خوانند در حقیقت دریا رت"

قوله:- وقال فی جامع الاصول فی أخر حرف
الصّاد فی الکتاب العاشر فی الصّفات عن ابی هریرة
رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله
علیه وسلم یقرأ هٰذه الآیة- ان الله یأمرکم ان
تؤدّوا الامانات الیٰ اهلها الیٰ قوله تعالیٰ ان الله کان
سمیعًا بصیرًا، ورأیت رسول الله صلی الله علیه
وسلم یضع ابهامه علیٰ اُذنه والتی تلیها علیٰ عینیه،
اخرجه ابوداؤد وفیه اشعار بانه السّمیع بالاُذُن
والبصیر بالعین فی تجلیه الظلّی فذوات الممکنات

وصفاتهم وافعالهم عاریت ۔ وامانۃ وھو سبحانہٗ یسمع بسمعہ الذاتی و یبصر ببصرہ الذاتی فی مرتبۃ الالوھیۃ انتھیٰ عن کتاب معیار الموحدین ۔

اقول :۔ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ "جامع الاصول" یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے سُنا کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم یہ آیت قرآن شریف پڑھتے ہوئے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل انّ اللہ نعما یعظکم بہ ان اللہ کان سمیعاً بصیراً ۔ کے الفاظ پر پہنچے تو انگوٹھا شریف کان پر رکھ لیا اور انگشت شہادت حضورؐ نے اپنی آنکھ مبارک پر رکھ لی ۔ اس پر شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ والہٖ وسلم کے اس عمل سے اشارہ ہو گیا اِس طرف کہ اللہ کریم اپنی تجلی ظلّی میں کان سے سُنتا ہے اور آنکھ سے دیکھتا ہے یعنی وہ خود کان اور آنکھ جسمانی سے پاک ہے ۔ مگر انسان جو مظہر رحمان ہے اور اُس نے اس

مظہر خاص میں تجلی فرمائی ہے اِس مظہر کا سُننا دیکھنا اُسی کا سُننا اور اُسی کا دیکھنا ہے۔ مثلاً جب حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کفار پر کنکریاں پھینکیں سب کی آنکھوں میں پڑیں اور صحابہ رضؓ کے مقابلہ سے بھاگ نکلے تو اِس قصہ کی نسبت اللہ کریم قرآن پاک میں فرماتے ہیں وما رمیت اذ رمیت ولکن اللّٰہ رمیٰ۔ اے حبیب کفار پر جب آپ نے کنکریاں پھینکیں وُہ آپ نے نہیں پھینکیں بلکہ فی الواقع اللہ یعنی ہم نے پھینکیں۔ پس ممکنات کی ذوات اور اُن کی صفات اور افعال مستعار اور امانت ہیں اصلی اور حقیقی وجود ذوات وصفات و افعال میں اُسی کا ہے۔ وُہ اللہ پاک اپنی سمع ذاتی سے سُنتا ہے۔۔ اور اپنی ذاتی بینائی سے دیکھتا ہے وہ اپنے مرتبہ میں معبود برحق ہے کیا اچھا فرمایا کسی بزرگ نے۔ رُباعی

"آفتابے در ہزاراں آبگینہ تاختہ
پس برنگے ہر یکے تابے عیاں انداختہ
اختلافے نیست لیکن رنگ ہائے مختلف
اختلافے درمیاں این و آں انداختہ"

قولہ :- دیگر آیات ہم خواندہ شد چنانچہ سَنُرِیہِم

آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتیٰ یتبین لھم
انہ الحق اولم یکف بربک انہ علیٰ کل شیٔ شھید.
الا انّ ھم فی مریۃٍ من لقاء ربھم الا انہ بکل
شیٔ محیط۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی.
وان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ
فوق ایدیھم۔

اقول:۔ حضرت مولانا **شاہ عبدالعزیز** رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے ہیں کہ مولوی نور محمد منکر توحید کو دیگر آیات سے توحید
وجودی کا ثبوت بتلایا گیا مثلاً یہ آیۂ سنریھم آیاتنا فی
الآفاق الخ یعنی اللہ کریم فرماتے ہیں ہم دکھلائیں گے اُن کو اپنی
نشانیاں جہان میں اور خود اُن کے اندر یہاں تک کہ اُن کو معلوم
ہو جائیگا کہ وہ حق ہے۔ کیا تیرے رب کیواسطے یہ کافی نہیں ہے کہ وہ
ہر شے پر حاضر ہے۔ یعنی کوئی شے اُس کے علم سے باہر نہیں۔
خبردار وہ تو اپنے رب کی ملاقات میں شک رکھتے ہیں خبردار
اللہ تو ہر شے پر محیط ہے۔ واضح ہو کہ اللہ کریم کے احاطۂ اشیاء کو
علماء احاطۂ علمی اور احاطۂ قدرتی کہتے ہیں۔ کہ اللہ کریم اپنے
علم اور قدرت سے تمام اشیاء ماسویٰ اللہ کو محیط ہے کوئی چیز

اُس کے علم سے اور اُس کی قدرت سے باہر نہیں۔ مگر محققین صوفیہ کرام کی تحقیق میں یہ احاطۂ ذاتی ہے۔ کیونکہ احاطہ باالذات اُسے کہتے ہیں کہ جس میں محاط کے ہر جُزو کو محیط کی ذات سے تعلق ہو اور یہاں اسی طرح ہے کہ تمام اشیاء کو یعنی تمام مخلوق کو خالق کی ذات سے تعلق ہے ورنہ استغنا لازم آجائے۔ یعنی اگر **محاط** (مخلوق) کے کسی جُزو کو **محیط** (خالق) کے ساتھ تعلق نہ ہو تو لازم آئے کہ وُہ محتاج اور ممکن نہ رہے۔ حالانکہ یقیناً ماسوی اللہ تمام مخلوقات و ممکنات خلق میں خالق کے محتاج ہیں۔ پس جب **محاط** کے کسی جُزو کو ذات **محیط** سے استغنا نہیں بلکہ ہر جُزو کو تعلق ہے تو **محیط** کا احاطۂ ذاتی ثابت ہے وھوالمطلوب۔

ہاں یہ شُبہ واقع ہوتا ہے کہ اگر احاطۂ ذاتی تسلیم کیا تو اُس سے **محیط** کی تجزّی لازم آئے گی کیونکہ **محاط** تمام مخلوقات ہے ہر ایک کے ساتھ احاطہ ذاتی سے **محیط** میں اجزا بے نہائیت تسلیم کرنے پڑیں گے اور یہ ناجائز ہے۔

جواب اِس شُبہ کا یہ ہے کہ جب محققین صوفیہ کرام کے نزدیک وجود **محاط** (مخلوقات) کا وہمی اور اعتباری ہے حقیقی اور نفس الامری نہیں تو موجود اعتباری کو احاطہ کرنے سے تجزی

لازم نہیں آئے گی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ علماء کے نزدیک بھی اللہ کریم اپنے علم اور قدرت سے محیط ہے۔ اور علم و قدرت اُس کی صفات ہیں اور صفات باری تعالیٰ کسی کے نزدیک بھی اُس کی ذات سے جُدا نہیں خواہ اُن کو عینِ ذات کہیں یا لاعین و لاغیر کہیں۔ جب صفات ذات سے جُدا نہیں تو صفات کا احاطہ کرنا ذاتِ باری تعالیٰ کا احاطہ کرنا ہے۔ جب ذات ہی **محیط** ہے اور غیر کا وجود نہیں تو نتیجہ نکلا کہ واقعی اور حقیقی وجود اللہ ہی کا ہے وُہی ہر جگہ موجود ہے۔ دوسری موجودات جو محسوس بحِس ظاہر ہیں اور **محاط** ہیں اُن کا وجود وہمی اور غیر حقیقی ہے۔ آیۂ وما رمیت اذ رمیت و لکنّ اللہ رمٰی کا بیان پہلے گذر چکا کہ اِس میں اللہ کریم حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے کنکریاں پھینکنے کو اپنا پھینکنا بتلاتے ہیں اور یہ آیۂ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ میں یوں فرمایا ہے کہ اے حبیب جو آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں یعنی آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا اللہ ہی کے ہاتھ میں ہاتھ دینا ہے وجہ اِن سب کی یہی ہے کہ وجود مطلق تمام موجودات کو **محیط** باحاطہ ذاتی ہے۔

دریا اور حباب کا فرق ہے۔ کہ نام تو حباب کا دوسرا ہے مگر حقیقت
اُس کی وُہی دریا ہے۔ فرمایا مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے۔ رُباعی

"در کون و مکاں نیست عیاں جُز یک نُور
ظاہر شُدہ آں نُور بانواع ظہور۔
حق نُور و تنوع ظہورش عالم
توحید ہمیں است دگر وہم و غرور"

قولہ۔ ودیگر احادیث ولو انکم دلیتم بحبل علی الارض السفلیٰ لھبط علی اللہ ایں ہمہ دلالت میکند بر اثبات وحدتِ وجود و حقیقت الحقائق کہ مصطلح صوفیہ اہل حقائق است وایشاں اہل اللہ کامل در شرائع واکمل الایمان اند۔

اقول:۔ اِس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نیچے کی زمین پر رسّی لٹکاؤ تو وہ اللہ پر پڑے گی یعنی وُہ ہر جگہ موجود ہے آسمان اور زمین میں وجود حقیقی ہے۔ اُس کے سوا اور کسی کا وجود نہیں۔ وُہی وجود واحد ہے۔ جس کے ظلال اور عکوس کا نام عالم ہے۔ عالم کہتے ہیں اُس چیز کو جس سے دوسری شئے معلوم ہو پس عالم بوجہ ظل اور سایہ ہونے کے جس کا سایہ ہے اُس پر دلالت کرتا ہے اور بوجہ عکس ہونے کے جس کا عکس ہے

اُس کی ذات بتلاتا ہے۔ جیسے آفتاب کی روشنی ہر ذرّہ کو ذرات عالم سے روشن بنا دیتی ہے۔ اِسی طرح وجود مطلق کے پرتو نے تمام موجودات کو وجود کا فیض پہنچایا ہے۔ زمین، آسمان، حیوان، انسان سب نے وجود مطلق کے پرتو سے وجود پایا مگر خود ان سب کا وجود اعتباری ہے اِسی واسطے اِن پر تغیرات گوناگون واقع ہوتے ہیں۔ وجود مطلق یعنی واجب الوجود ازل سے ابد تک ایک ہی حالت میں ہے۔ کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِی شَاْنٍ ہر روز اور ہر لحظہ اس کے ظلال اور عکوس کا ظہور ہوتا ہے اور وُہ اپنی وحدتِ صرفہ پر قائم ہے مثلاً آفتاب ہے کہ مختلف اجسام پر اور متعدد اشیاء پر اپنا نُور ڈالتا ہے اور تمام اجسام منوّر بنُورِ آفتاب ہو جاتے ہیں۔ اور ہر جسم کے خواص جُدا جُدا ہیں مگر اِس اختلافِ مظاہر سے اُس کی ذات میں تغیر نہیں آتا ؎

این ہمہ رنگہائے پر نیر نگ
خم وحدت کند ہمہ یکرنگ

قولہ :- چنانچہ امام غزالی شیخ الاسلام در کیمیائے سعادت آوردہ و صاحب ملتقط در ملتقط ہم نوشتہ اعلم ان التوحید علےٰ اربع مراتب الاولٰی ان یقول لا الٰہ

الا اللہ باللسانِ و قلبہ غافلٌ عنہ او منکر لہ کتوحید المنافق۔ والثانیۃ ان یصدق بمعنی اللفظ قلبہ کما یصدق بہٖ عموم المسلمین وھو اعتقادہ۔ والثالثۃ ان یشاء ھو ذالک بطریق الکشف بواسطۃ نور الحق وھو مقام المقربین وھو ان یرٰی اشیاء کثیرۃ لکن یراھا صادرۃ من الوحدۃ۔ والرابع۔ ان لا یرٰی فی الوجود الا وحدہ وھو مشاھدۃ الصدیقین۔

اقول :۔ حضرت مولانا **شاہ عبدالعزیز** رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ کیمیائے سعادت و ملتقط تحریر فرماتے ہیں کہ توحید کے چار درجے ہیں۔ پہلے درجے میں صرف زبان سے **لا الٰہ الا اللہ** کہتے ہیں۔ اس میں تو منافق بھی شریک ہیں۔ اس قسم کی زبانی توحید قابلِ التفات نہیں۔ دوسرا درجہ توحید کا وُہ ہے کہ جس میں زبان سے اقرار کے سوا دل سے بھی توحید کی تصدیق اور اُس پر یقین ہو شرع شریف میں اِس پر اعتبار ہے اور عالم اہل اسلام دل سے اِس پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ اللہ وحدہٗ لا شریک لہ یکتا ہے۔ تیسرا درجہ توحید کا یہ ہے کہ

اعتقاد کے علاوہ مکاشفہ سے بھی توحید کا مقام کھل گیا ہو اگرچہ ظاہر میں بہت اشیاء نظر آتے ہیں مگر سب میں نور حق کی سرائیت نظر آتی ہے۔ الوحدۃ فی الکثرۃ کا مضمون دکھائی دیتا ہے۔ یہ مقام مقربین کا ہے۔ چوتھا درجہ توحید کا جو اعلےٰ درجہ ہے وہ یہ ہے کہ بجز ایک ذات کے جس کا وجود حقیقی ہے اور واجب الوجود ہے۔ دوسری اشیاء ماسوی اللہ کے وجود ہی نظر نہ آئیں کیونکہ وہ ظلال اور عکوس ہیں موجود بوجود حقیقی کے ہوتے عکسی اور ظلی وجود ایسے شخص کو جس کی بصر بصیرت حق بین ہو نظر میں نہیں آئے گا۔ قال العارف الربانی مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ رباعی

"مجموعۂ کون را بقانون سبق
کردیم تصفح ورقاً بعد ورق
حقا کہ ندیدیم و نخواندیم درد
جز ذاتِ حق و شیون ذاتیۂ حق"

اگر یہ شبہ پیدا ہو کہ تمام ممکنات کی موجود بوجود حسی ہونے پر عقلاء اور علماء کا اجماع ہے تکلیف شرعی اسی پر مترتب ہے ثواب و عقاب۔ حساب و کتاب۔ جنت و دوزخ یہ سب اسی

وجود کے مسلّم کرنے پر موقوف ہیں پس صوفیہ کس طرح اِس کا
انکار کرتے ہیں۔

جواب اِس کا یہ ہے کہ صوفیۂ کرام موجودات اور ممکنات
کے وجودِ حِسّی کے منکر نہیں ثواب و عقاب کے مترتب ہونے اور
جنّت دوزخ میں جانے پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہاں یہ کہتے ہیں کہ
واجب الوجود کے سوا اور کوئی شے نفس الامر میں موجود بوجود
حقیقی نہیں۔ کیونکہ کلامِ الٰہی میں فیصلہ فرما دیا گیا ہے کہ اللہ
کریم کی ذاتِ پاک کے سوا اور تمام اشیاء فی الواقع معدوم
ہیں چنانچہ فرمایا کُلُّ شَیْءٍ ھَالِكٌ اِلَّا وَجْھَہٗ بیضاوی
شریف میں ہے الّا ذاتہ فانّ ماعداہ ممکن
ھَالِكٌ ہالک کے معنی کئے ہیں فی حدّ ذاتہٖ معدومٌ
یعنی ہر شے نفس الامر میں معدوم ہے صرف اللہ کریم کی ذات
پاک موجود بوجود حقیقی ہے۔ پس صوفیۂ کرام موافق اِس آیۃ کے
یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جیسے اللہ کریم اپنی ذات اور صفات میں یکتا
اور وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے ویسے ہی اپنے وجود میں
وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے کیونکہ اس کا وجود حقیقی اور
نفس الامری ہے۔ اِس پر کبھی عدم نہیں آتا ماسوی اللہ اور

تمام عالم کا وجود اُس کے وجود کا عکس اور ظل ہے۔ قال مولانا جامی علیہ الرحمۃ۔ رُباعی

"وصافی خود بزعم حاسد تاکے
ترویج چنیں متاع کاسد تاکے
تو معدومی خیال ہستی از تو
فاسد باشد خیال فاسد تاکے"

اگر یہ شُبہ پیدا ہو کہ صوفیہ کرام کے نزدیک وجودِ حقیقی اور نفس الامری یکتا ہے کوئی اُس کا شریک نہیں مگر اِس آیت کل شیٔ ھالک الا وجھہ سے حسب تصریح علماء معلوم ہوتا ہے۔ کہ اشیاء کا وجود تھا۔ وجود کے بعد عدم عارض ہُوا پس یہ آیۃ توحیدِ وجودی کی مثبت نہیں بلکہ منافی ہے

جواب:۔ معنی ہالک کے یہ نہیں کہ موجود چیز معدوم ہو گئی بلکہ ہالک کے معنی جیسا کہ بیضاوی شریف سے نقل ہوا یہ ہیں کہ ابتدا ہی سے کسی چیز نے وجود حاصل نہیں کیا اور جو کچھ ماسوی اللہ کا وجود محسوس اور دکھائی دیتا ہے وہ وہمی اور اعتباری ہے۔ مثلاً بہت اشیاء انسان کو خواب میں نظر آتی ہیں اور آثار

تک مترتب ہو جاتے ہیں مگر فی الواقع اور نفس الامر میں اُن کا وجود نہیں ہوتا۔ شیشہ اور پانی میں درخت اور انسان وغیرہ دنیا کی چیزیں دیکھنے والا دیکھتا ہے مگر نفس الامر میں کچھ نہیں ہوتا۔ قال مولانا جامیؒ رُباعی

"ہستی کہ بود ذات خداوند عزیز
اشیاء ہمہ در وے اند وے در ہمہ چیز
اینست بیاں آنکہ عارف گوید
باشد ہمہ چیز مندرج در ہمہ چیز"

سوال:۔ ہم نے تسلیم کیا کہ وجودِ حقیقی ایک ہی ہے اور وہی واجب الوجود ہے مگر بداہتہً جو تمام عالم اور بنی آدم اور حیوانات و نباتات وجمادات نظر آتے ہیں وہ سب نظر کے سامنے موجود ہیں کوئی عاقل ان کے وجود سے انکار نہیں کر سکتا ہے۔ پس وحدت الوجود کے کیا معنے ہوئے۔

جواب:۔ جو کچھ عالم میں نظر آرہا ہے وہ اُس وجودِ حقیقی ہی کے کمالات اور مظاہر ہیں پس اِن مظاہر کثیرہ کا وجود اعتباری اُس وجودِ حقیقی کی وحدت کے منافی نہیں۔ اِس مضمون کو حضرت شیخ مشائخنا قطب العالم شیخ عبد القدوس

گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ "رسالہ غرائب الفواد" میں اِس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

فائدہ:- چوں وجود نزدیک محققاں واحد است و ماعدائے او محض عدم است۔ پس خیر و شر و ثواب و عقاب، نعیم و جحیم معذِب و معذَب کیست۔

جواب:- من حیث الذّات وحدۃ صرف است امّا من حیث الاسماء والصّفات تعدد و تکثر می نمایدکہ در مظاہر میان اسماء اسماء تقابل درمیان صفات تضاد است بسلطنت اسم الہادی موجب ہدایت و ثمرات آں شد و سلطنت اسم المضل موجبِ ضلالت و ثمرات آں شد پس درحقیقت وجود واحد است۔ امّا بنظر اعتبارات اسمائے متقابلات و حیثیاتِ صفات متضادہ بصُور مختلفہ و اشکال متعددہ نمودہ وایں قادح نیست در طریقت وحدت صرف را پس مظاہر اسمائے جمالیہ باجمال و نعیم وخیر و ثواب مناسبت و ملازمت دارند و مظاہر اسمائے جلالیہ با جلال و عذاب و شر و جحیم مناسبت و ملازمت دارند و آنجاکہ ذات صرف است جمال و جلال ہردو محو و مستہلک اند۔ خواجہ عطارؒ فرماتے ہیں ؎

اشعار

"غیر حق اندر جہاں نیست اے پسر
باز داں اسرار شو صاحب نظر
غیر حق اندر دو عالم تو مبیں
شک بسوزان و گذر کن از یقین
غیر حق اندر دو عالم نیست کس
اندریں راہ است ایں ارشاد بس
گر تو بینی غیرِ حق اندر جہاں
باز مانی از جمالِ جاوداں"

سوال :- تمام موجودات اور ممکنات جب اسی وجود واجب الوجود کے مظاہر ہیں تو موجودات میں نیک و بد، پاک و ناپاک، خیر و شر، دونوں ہی پائے جاتے ہیں کیا بد اور شر اور ناپاک کو واجب الوجود کا مظہر کہیں گے؟

جواب :- موجودات اور ممکنات میں بحیثیت مظہر واجب الوجود ہونے کے نقصان کسی قسم کا نہیں ہے مگر دوسری حیثیت سے کہ ان کو عدم سے تعلق ہے کہ معدوم تھے اور معدوم ہو جائیں گے ان میں نقصان پایا جاتا ہے۔ پس شر اور بد اور

ناپاک ہونا عدم کے ساتھ نسبت ہونے سے پایا گیا ہے وجود
کے مظہر ہونے سے نہیں پایا گیا کیونکہ وجود خیر محض ہے اس
کے ہمراہ نسبت ہونے سے نقصان نہیں پایا جاسکتا۔ فرماتے
ہیں مولانا جامی علیہ الرحمۃ

"ہر نعت کہ از قبیل خیر است و کمال
باشد زنعوت ذات پاک متعال
ہر وصف کہ در حساب شر است و وبال
دارد بقصور قابلیات مآل"

حضرت قطب الوقت خواجہ محمد معصوم سرحلقۂ سلسلۂ عالیہ
مجددیہ اپنے مکتوب اسمی "خواجہ میر نعمان" میں فرماتے ہیں ۔
باید دانست کہ ہرچہ بآنجناب مقدس منسوب است
ہمہ خیر و کمال است۔ خیر و کمال را آئینہ باید تا ظہور خیریت آں
بآں شود و آئینہ نمی باشد الا در مقابل خیر و کمال شر و نقص است
اذ بضدھا تتبین الاشیاء و ظاہر است کہ مرائت
ہرچند در مرائتیت خود کامل بود ظہور صورت منعکسہ دراں اتم
باشد ہرچند دید بشریت عارف بیشتر بود ظہور خیریت در وے
زیادہ تر باشد زیرا کہ ممکن فی نفسہ منشاء ہر شر و نقص است

چہ ذات او عدم است۔ قال

"اے بردہ گماں کہ صاحب تحقیقی
واندر صفِ صدق ویقیں صدیقی
ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد
گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی"

سوال :- وجود اصلی حقیقی اور وجود ظلّی اعتباری میں کیا فرق ہے؟

جواب :- کئی وجہ سے فرق ہے اوّل یہ کہ وجود اصلی حقیقی واجب الوجود ہے اور وجود ظلّی اعتباری ممکن اور محتاج ہے۔ دوئم وجود اصلی قدیم ازلاً ابداً باقی ہے اور وجود ظلّی حادث اور فانی اور زوال پذیر ہے۔ سوم یہ کہ وجود اصلی بے حد اور غیر متناہی ہے۔ اور وجود ظلّی محدود اور متناہی ہے۔ چہارم یہ کہ وجود اصلی کھانے، پینے، پھرنے، سونے وغیرہ حاجاتِ انسانی وحیوانی سے پاک ہے۔ اور وجود ظلّی ان تمام امور کا محتاج ہے۔ پنجم یہ کہ وجود اصلی بغیر کان کے سنتا ہے اور بے آنکھ کے دیکھتا ہے اور بغیر زبان کے متکلم ہے۔ اور وجود ظلّی ان اعضاء اور جوارح کے بغیر نہ سن

سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ بول سکتا ہے۔ اِسی طرح وجود اصلی شکل و صورت عوارض جسمانیہ و امکانیہ سے پاک ہے اور وجود ظلّی کا ظہور انہی عوارض جسمانیہ اور اشکال میں ہے۔ مغربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

"چو آدم را فرستادیم بیروں
جمالِ خویش در صحرا نہادیم
جمالِ ما بہ بیں زیں رازِ پنہاں
کہ بر چشمِ تو آں پیدا نہادیم
اگر چشمت نباشد آں چناں داں
کہ گوہر پیش نابینا نہادیم"

سوال :- اس تمام تحقیق سے یہ معلوم ہو گیا کہ وجود حقیقی اور ہستی مطلق وہی ذات یکتا وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ اور تمام اشیاء کا وجود ظلّی ہے کہ وہ وجود حقیقی کے مظاہر اور ظلال ہیں۔ لیکن اگر کوئی یہ دریافت کرے کہ عالم کو خُداوند جل وعلا کے ساتھ کیا نسبت ہے تو اس کا جواب کیا ہے؟

جواب :- مابین وجود حقیقی اور عالم کے بالاتفاق خالق اور مخلوق کی نسبت ہے۔ اللہ کریم خالق ہے اور ماسوائے

اُس کے تمام عالم اُس کی مخلوق ہے مگر علمائے کرام اور صوفیہ عظام کے اِس مضمون کے ادا کرنے اور بیان کرنے میں عنوان کا اختلاف ہے اور مضمون ایک ہے۔ حضرت شیخ المشائخ قطب العالم شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "غرائب الفوائد" کے آخر میں اِس سوال کا جواب مفصّل دیا ہے اسی سے نقل کیا جاتا ہے۔ فقال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نزدیک اہل شریعت عالم را با خداوند تعالیٰ ہمچوں نسبت حروف و کلمات است با کاتب و نزدیک اہل حکمت، ہمچوں نسبت درخت است با تخم و نزدیک اہلِ وحدت، ہمچوں نسبت حروف است با سیاہی و معلوم است کہ حروف از سیاہی است بلکہ عین سیاہی است فاتا حروف را سیاہی نہ گویند تاکہ اگر کسے گوید خطا گفتہ باشد کہ مقیّد و مشکل بصُور دیگر اند اما دیدن و دانستن آنچہ حروف بحقیقت عین سیاہی است درست باشد پس زبان کہ مملوکِ شرع است جز وقف شرع بر زبان نہ راند و دل کہ مملوکِ حق است آنچہ حقیقت است مے باید دانست و نباید گفت و ہر چہ دانستنی و دیدنی است گفتنی نیست تاکہ اگر گوید کفر ورزیدہ باشد کہ مفضی بافشاء سرِّ ربوبیت گردد و افشاء سرِ ربوبیت کفر است سرِ وحدت

است کہ سالک صفا یابد و در مقام فنا رسد خود را و کل کائنات را نہ بیند و جز حق در مشاہدۂ او نباشد تا اگر با خود باز آید و ایں سر آشکارا کند نزدیک ہمہ کفر بود۔ اما در غلبۂ حال و سطوت نورِ شہود مغلوب گردد از خود رود آں گاہ معذور بود ہر چہ گوید آں را نہ گیرند خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماید ؎

"چوں زند دیوانہ ایں شیوۂ لاف
تو ز سر کوری مکن با او مصاف
تو زباں از شیوۂ او دور دار
عاشقِ دیوانہ را معذور دار

عاقلاں را شرع تکلیف آمدہ است — بیدلاں را عشق تشریف آمدہ است
لاجرم دیوانہ را گرچہ خطا است — ہر چہ می گوید بگستاخی روا است

فائدۂ جلیلہ

جمہور حضرات صوفیۂ کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وحدت الوجود کے اِس وجہ سے قائل ہوئے ہیں کہ چشم باطنی اور نظر کشفی سے اِن کو یہی تحقیق ہُوا ہے کہ وجود حقیقی ایک ہی ہے۔ اور وُہی واجب الوجود ہے۔ ماسوا اِس کے جو کچھ دنیا میں ہے

وجود حقیقی
وُہ اس کے ظلال وعکوس ہیں اور اِس کشف وجود
کے واحد ہونے میں کسی بزرگ کو اولیاءاللہ میں سے خواہ
کسی خاندان میں سے ہوں اختلاف نہیں۔ چنانچہ قائلین وحدت
شہودیں سے حضرت قطب الوقت خواجہ محمد معصوم رحمۃ
اللہ علیہ فرزند و جانشین حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک مکتوب "اسمیٰ میر محمد نعمان" میں
اوّل صوفیہ وجودیہ کی نسبت یہ تحریر فرماتے ہیں۔ "وطائفہ
دیگر کہ اہلِ سلوک و ریاضت اند و بہ صفائی باطن بلکہ بمحض
مواہبت خصوصیت وجود و سائر کمالات را بحضرت واجب
الوجود تعالیٰ فہمیدہ اند بلکہ ہر کمال را عین او دانستہ و اُو را
سبحانہ وجود مطلق تعین نمودہ اند و صفحۂ کائنات ظہورات
و تقیدات آں مطلق تصوّر فرمودہ و چوں مقید عین مطلق
است بتوحید وجودی و اتحاد ذاتی قائل گشتہ اند و صفات
و ذوات ممکنات را با صفات ذات واجب متحد میدانند
و فرق باطلاق و تقید می نمائند"۔
اِس کے بعد اپنے فریق قائل توحید شہودی کی نسبت
فرماتے ہیں۔ "و فرقہ دیگر بسابقہ عنایت و محض فضل در

اختصاص وجود و سائرِ کمالات با طائفۂ ثانیہ شرکت دارند۔ لیکن آں را عین ذات نمی گویند و ذات را تعالیٰ ورائے آں اثبات می نمایند و محتاج ایں وجود نمیدانند و تحقیق آں بہ تفصیل نمودہ اند و وجود و صفات ممکن را ظلال آں وجود و آں کمالات می فرمایند کہ در مرأت عدم کہ بمنزلۂ ذات ممکن است منعکس گشتہ نمود پیدا کردہ است۔

الیٰ ان قال۔

پس فرقۂ ثالث با طائفۂ ثانیہ در قول بوحدت وجود شرکت دارند۔ لیکن آنہا باتحاد رفتہ اند و اینہا بہ وحدت وجود بطور ایشاں بایں معنیٰ است کہ وجود خاصہ حضرت معبود است ممکن فی نفسہٖ از وجود تہی است عدمی است۔ کہ بسبب انعکاس کمالات نمودے پیدا کردہ است لیکن چوں بصنع خداوندی است جل سلطانہٗ از خلل محفوظ است و معاملہ ابدی بآں مربوط پس وحدت وجود باشد و ہیچ کدام بایک دیگر از ممکن بواجب تعالیٰ متحد نہ گردد انتہیٰ۔

الحاصل وجود ایک ہی ہے ماورا اس کے جو کچھ ہے وہ عدم ہے۔ تمام ممکنات فی نفس الامر نظر کشفی اولیائے کرام

میں اعدام ہیں مگر بوجہ کمال صنعت حضرت رب العزت
یہ اعدام گویا شیشے ہیں جن میں آفتاب وجود حضرت رب کا
عکس نمایاں ہے جو شیشہ صاف اور پاک ہے اور سیدھا ہے
عکس صحیح نظر آتا ہے۔ اور اگر شیشہ میلا ہے یا ٹیڑھا ہے یا
بالکل تاریک ہے اسی کے موافق عکس کا ظہور اس میں ہے
اور اس عکس کا صحیح نظر آنا دو امر پر موقوف ہے۔ پہلے قلب
کے تصفیہ پر کہ دل کو ماسوی اللہ سے تعلق نہ رہے۔ اور
طالب عاشق اللہ کے ذکر میں ایسا مصروف ہو کہ اپنے آپ
کو بھول جائے دوام حضور حاصل ہو جائے۔ دوسرے نفس
کا تزکیہ۔ یعنی اخلاق رذیلہ اور عادات قبیحہ سے نفس
پاک ہو جائے اور ترقی کر کے مقاماتِ فنا اور مراتب بقا کو
طے کر لے اور یہ دونوں امر تصفیہ اور تزکیہ ریاضتِ شاقہ
اور کامل مجاہدہ پر موقوف ہیں۔ فرمایا اللہ کریم نے۔
وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنی جو
اشخاص ہمارے راستہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم اُن پر اپنے
راستے کھول دیتے ہیں ریاضت اور مجاہدہ مورث مشاہدہ
اور موجب نجات سرمدیہ اور باعث حصول حیاتِ ابدیہ

اُسی وقت ہو سکتا ہے کہ شرع شریف کے اتباع کے موافق کیا جائے اگر معاذ اللہ اتباع ظاہری و باطنی شرع شریف میں لاپرواہی ہے تو پھر دھوکا ہے۔ لہٰذا طالب خُدا کو ریاضت موافق اتباع شریعت و طریقت اختیار کر کے کشود کار کا امیدوار رہنا چاہیئے ؎

"تو مگو مارا بداں شہ بار نیست
باکریماں کارہا دشوار نیست"

طالب کو ابتدا میں نام خُدا کے لینے سے ذوق اور حلاوت دل میں پیدا ہونی شروع ہوتی ہے پھر اگر توفیقِ ایزدی رفیقِ حال اس کے ہے اور مرشد کامل کا سایہ سر پر اُس کے ہے تو ذوق کے بعد شوق اور شوق کے پیچھے محبت اور محبت کمال پر پہنچنے سے عشق کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ عشق کی تعریف میں لکھا ہے۔ ھو نار یحرق ماسوی المحبوب۔ عشق ایک آگ ہے کہ مطلوب کے سوا اور تمام اشیاء کو جلا دیتی ہے اسی آگ کے شُعلہ زن ہونے پر توحید کا مقام کھُلتا ہے اور مطلوب ہی مطلوب نظر آتا ہے۔ کیا اچھا فرمایا کسی بزرگ نے ؎

"سر بسر طاعت عبادت را بسوز
آتشِ عشق از درونِ خود فروز
عشق آں شعلہ است کاں چوں برفروخت
ہر چہ جز معشوق باشد پاک سوخت"

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین و الصلواۃ و السّلام علےٰ سیّد الانبیاء المرسلین وعلےٰ اٰلہٖ وصحبہٖ وخواص امتہٖ اجمعین -

"کتبہ نیّر رقسم"

از کتاب "پیامِ عشق" (زیرِ اشاعت ہے)

غزل

ماسوٰی سے جو اُٹھی میری نظر دیکھ لیا۔
تُو تو پردے میں رہا ہم نے مگر دیکھ لیا۔
میرے سجدوں کو ہُوئی جب بھی کسی در کی تلاش
ذرّے ذرّے میں کھُلا اُس کا ہی در دیکھ لیا
ہوش میں آنا تو ممکن ہی نہیں ہے اب تو
بیہوشی میں بھی وُہی مست نظر دیکھ لیا
لن ترانی کی صدا حسن کے پردوں سے اُٹھی
نالہ و آہ کا بھی ہم نے اثر دیکھ لیا۔
جل گیا تو بھی نظامی نہ کہیں غیر رہا۔
دردِ دل دیکھ لیا سوزِ جگر دیکھ لیا۔

ملنے کا پتہ :- آستانہ بیت الامان گنج شریف مغلپورہ لاہور

آئینہ معرفت

اہلِ طریقت حضرات کے لئے انمول تحفہ ہے
اور بحرِ معرفت کا وُہ جام ہے کہ ہمیشہ کے
لئے مست بنا دیتا ہے۔ تمام حجابات اُٹھ جاتے
ہیں۔ اور منازلِ سلوک سے آگاہی حاصل ہو
جاتی ہے۔

ھدیہ:۔ کتابی صورت۔۔۔ ۲۵ پیسے
بشکلِ چارٹ:۔۔۔۔۔۔۔ ۵۰ پیسے

نالۂ شبگیر

تہجد کے وقت پڑھنے کے لئے ایک منظوم دُعا ہے
جس کو بارگاہِ رب العزت میں شرفِ قبولیت حاصل ہے
قضائے حاجات کے لئے نہایت مجرب اور آزمودہ
ہے۔ ھدیہ:۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۵ پیسے

ملنے کا پتہ
آستانہ بیت الامان گنج شریف مغل پورہ لاہور

دعوتِ حقّ

ستمبر ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ سے تائیدِ غیبی
اور حیاتِ استمدادِ انبیاؑ و اولیاء کا جو ثبوت ملتا ہے۔
اُس پر حضور پر نُور قبلۂ عالم شیخ المشائخ ابو الحقائق
الحاج پیر سیّد **امانت علیشاہ** صاحب چشتی نظامی
دام برکاتہم العالیہ نے بصیرت افروز تبصرہ فرمایا ہے۔
مطالعہ فرما کر دولتِ ایمان حاصل کریں۔
یہ تحفہ شائع کروا کر مفت بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے۔
جو حضرات اس کارِ خیر میں حصّہ لینا چاہیں ذیل کے پتہ پر
خط و کتابت کریں۔

ھدیہ .... ۲۵ پیسے

سیّد محمد اشرف بخاری چشتی نظامی
منتظم مجلسِ "ذکر و فکر" آستانہ بیت الامان
گنج شریف مغل پورہ لاہور